

کتاب نما

عصری عالی مسائل اور اسلامی تعلیمات، ڈاکٹر حافظ شاہد پرمیں۔ ناشر: شعبہ علوم اسلامیہ،
پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ صفحات: ۳۹۲۔ قیمت: ۵۰۰ روپے۔

مفری لادینیت اور اس کے زیر اثر چلنے والے عالمی نظام سرمایہ داری نے اپنی بعض خبائشوں کو عازہ استعمال کر کے دنیا کی بہت سی اقوام کے لیے بہت پُر کشش بنا دیا ہے۔ ان میں سے ایک بُنیوکلیر، تصورِ خاندان ہے جس میں کچھ عرصہ قبل تک شوہر اور بیوی اور ان کے حد سے حد دو بچوں کو خاندان ان کا نام دیا جاتا اور ان کے علاوہ دیگر افراد قانونی طور پر خاندان تصور نہیں کیے جاتے تھے۔ چنانچہ شوہر کے ماں باپ، بھائی بہن ہوں یا بیوی کے ماں باپ، ان کی حیثیت اضافی سمجھی جاتی تھی۔ اب اس میں مزید ترقی، یوں ہوئی ہے کہ خاندان ان کی تعریف میں شوہر اور بیوی کی شادی کے لیے partners کی اصطلاح متعارف کرائی گئی ہے، تاکہ جو کچھ تھوڑا بہت تقدس میاں بیوی کے درمیان باقی رہ گیا تھا، اسے دو دوستوں کا نام دے کر ہم جنس رشتہوں کو بھی قانونی حیثیت دے دی جائے۔ پاکستان میں بھی مغرب پر ایمان بالغیب لانے والے بعض افراد اور نام نہاد غیر سرکاری تنظیمیں اس بندگ و دو میں ہیں کہ یہاں بھی قانون میں یہ تبدیلی لائی جائے۔ اللہ تعالیٰ ملکِ عزیز کو اس شیطانی فتنے سے محفوظ رکھے۔

زیر تبصرہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے ڈاکٹریٹ کے ایک مقالے پر منی ہے جسے معمولی تبدیلیوں کے بعد خود شعبہ علوم اسلامیہ نے شائع کیا ہے۔ کتاب چھے ابواب پر مشتمل ہے جن میں کوشش کی گئی ہے کہ عالی زندگی کے معاشرتی، علمی اور قانونی پہلوؤں کو بڑی حد تک زیر بحث لے آیا ہے۔

گو عصری مسائل پر اچھا لوازمہ جمع کیا گیا ہے لیکن بالعموم روایتی فکر کی توثیق کا رویہ اختیار

کیا گیا ہے، مثلاً گھر بلو کام میں عورت کی ذمہ داری (۳۱۳-۳۲۱) میں مختلف اقوال فقہاء درج کرنے کے بعد ایک چوتھائی اقلیت کی رائے کو کہ یہوی نہ صرف شوہر بلکہ سرال والوں کی خدمت بھی بطور طوع کرے، اختیار کیا گیا ہے، جب کہ محققہ خود تین اسماء، یعنی امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے اجماع کو بیان کرنے کے بعد امام ابن القیم کے موقف کو ترجیح دیتی ہیں۔ بلاشبہ ہر محقق کو اس کا پورا اختیار ہے لیکن ڈاکٹریٹ کی سطح پر ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ایک محقق یا محققہ تقیدی نگاہ سے جائزہ لے کر اپنے حق اختلاف کا استعمال کرے۔

بعض معلومات اخباری اطلاعات پر مبنی ہیں۔ انھیں مصدقہ سمجھنا غور طلب ہے۔ شادی اور طلاق کے حوالے سے پاکستانی معاشرے کی موجودہ صورت حال کا جو نقشہ اخبارات سے جمع کردہ معلومات کے سہارے ہمیں ملتا ہے وہ تشویش ناک حد تک پریشان کن ہے (ص ۷۷-۸۲)۔ محققہ کے مطابق نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک عورت نے خلع کی درخواست میں یہ کہا کہ اس کے شوہرنے اس کی شاشک کھانے کی فرمائیں پوری نہیں کی، اس لیے اسے خلع دی جائے۔ کتاب کے اعداد و شمار کی رو سے پنجاب میں لاہور کی عدالتون میں ۲۰۰۸ء میں صرف چار ماہ کے دوران، یعنی اپریل تک ۳ ہزار ۵۲۳ مقدمات دائر کیے گئے۔ گویا روزانہ ۸۰ یا ۸۵ مقدمات۔ یہ اس وقت جب عدالتون میں کیس داخل کرنا ہمت کا کام ہے اور بے شمار مرد اور عورتیں عدالت کا دروازہ کھنکھانا نے کے مقابلے میں ظلم برداشت کر لینا بہتر سمجھتے ہیں۔ گویا اصل تنازعات یعنی طور پر ان اعداد و شمار سے کہیں زیادہ ہوں گے۔

مسئلے کا حل کیا ہو؟ مصنفہ نے کتاب کے آخری باب میں متاخر وسفارات کے زیر عنوان ۱۲ اتجاویز دی ہیں جن میں زیادہ اہم کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:

پہلی اصلاح یہ ہوئی چاہیے کہ نظام تعلیم میں خاندانی زندگی کی اہمیت اور اس کے اسلامی اصول قرآن و سنت کی روشنی میں داخل نصاب ہونے چاہیے۔ ایک حصے سے مئیں خود اس تجویز کو پیش کرتا ہوں لیکن ابھی تک اس پر کوئی عمل نظر نہیں آیا۔ سورہ بقرہ، النساء،آل عمران، الحج، بنی اسرائیل، لقمان اور دیگر مقامات سے قرآنی آیات کی عمومی تفہیم و تشریع کو داخل نصاب کیا جائے تاکہ لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے حقوق و فرائض کا علم ہو۔

برقی ابلاغی عامد نے خصوصاً طلاق اور حلالہ کو نہ صرف آسان حل بلکہ ایک مذاق بنانے کے لیے اپنے فریضے کی ادا گی میں تکلف کا شکار ہیں۔ صحیح اسلامی فکر جو قرآن و حدیث کے الفاظ و معانی دونوں کو سامنے رکھ کر لوگوں کی تربیت کر سکے ناپید ہے۔ ابلاغی عامد کے تغیری استعمال کے بغیر ہم ملک کے دُور دراز خطوط میں دین کا صحیح علم نہیں پہنچا سکتے۔ اس ذریعے کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

حکومت اور دستور ساز اداروں کو اپنی ذمہ داری ادا کرنی اور مسلم فیملی لا آرڈی نس اور تحفظ نسوان بل کے غیر شرعی حصوں کو منسوخ اور اسلامی شریعت کو نافذ کرنے کے لیے قانون سازی کرنی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گھر، تعلیم گاہ، ابلاغی عامد اور حکومتی اداروں کے ساتھ ساتھ خود معاشرے میں اخلاقی اقدار کا احیا کیے بغیر مسئلے کا حل نہیں ہو سکتا۔ اگر عورت کو معاشری دوڑ میں شامل کیا گیا تو مغرب نے اس کی قیمت گھر کی تباہی کی شکل میں ادا کی۔ ان تباہی کو دیکھنے کے بعد جانتے بوجھتے خود کو تباہی کی طرف دھکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

خواتین کا ایسے موضوعات پر قلم اٹھانا ایک نیک فال ہے۔ ان موضوعات پر مزید علمی کام اور علم کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

الایام (علمی و تحقیقی جریدہ)، مدیرہ: ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر۔ ناشر: مجلہ برائے تحقیق اسلامی تاریخ و ثقافت، فیٹ ۱۵-۱، گلشن امین ناول، گلستان جوہر، بلاک ۱۵، کراچی۔ صفحات: ۸۰+۳۷۸۔ قیمت: ۳۰۰ روپے، سالانہ: ۵۰۰ روپے۔ ای-میل: nigarzaheer@yahoo.com

الایام کی بانی (اور موجودہ) مدیر ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر نے مسلسل توجہ، محنت اور تگ و دو سے رسائے کو اس معیار پر پہنچا دیا کہ ہمارا یہ کیش کمیشن نے اسے کسی جامعہ کا مجلہ نہ ہونے کے باوجود، فقط اس کے معیار کے پیش نظر، اسے منظور شدہ مجلات کی فہرست میں شامل کر لیا۔ شمارہ نمبر ۸ سے رسائے کی تقطیع بڑھا دی گئی ہے اور اب اس میں نسبتاً زیادہ لوازمہ شامل ہوتا ہے۔ گذشتہ برس الایام نے شمارہ نمبر ۸، علی گڑھ کی ایک علم دوست اور فاضل شخصیت ڈاکٹر کبیر احمد جائی کی یاد میں وقف کیا تھا جس میں جائی کے بارے میں تقریباً ۲۰۰ مضمایں اور مرحوم کی چند منتخب تحریریں شامل تھیں۔ قدردانی کی یہ ایک اچھی مثال ہے۔